آفاقِ تحقیق

جلد05شمارہ02(2024)

https://aafaq-e-adab.com

اردو شاعری میں مزاحمت کی روایت

Tradition of Resistance in Urdu Poetry

Dr. Samia Naz
Department of Urdu, University of Karachi, Pakistan
Email: *samia.naaz@uok.edu.pk*

Abstract:

The tradition of resistance in Urdu poetry reflects the socio-political consciousness of poets across eras, especially during colonial oppression, military regimes, and modern-day injustices. This paper explores how poets used metaphors, satire, and revolutionary imagery to challenge power structures and awaken collective awareness. From Faiz to Habib Jalib and contemporary voices, resistance poetry has stood as a literary defiance against tyranny.

Keywords: *Urdu poetry, resistance, political expression, literary defiance*

تعارف

اردو شاعری میں مزاحمت کی روایت ایک ادبی اور سماجی تحریک کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ روایت اس وقت ابھری جب برصغیر میں سامراجی قوتیں عوام کی آزادی پر قدغن لگا رہی تھیں۔ شعرا نے نہ صرف ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھائی بلکہ اپنے کلام میں ایسے استعارے، علامات اور تشبیہات استعمال کیں جنہوں نے مزاحمت کو ایک جمالیاتی رخ بھی دیا۔ فیض احمد فیض، حبیب جالب، احمد فراز، اور دیگر کئی شاعروں کی شاعری میں یہ مزاحمتی آہنگ نمایاں نظر آتا ہے جو قاری کو نہ صرف جھنجھوڑتا ہے بلکہ سوچنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔

برصغیر میں نوآبادیاتی دور کی مزاحمتی شاعری .

میر زاغالب، الطاف حسین حالی اور اکبر الہ آبادی کا ابتدائی ردعمل

برصغیر میں برطانوی نو آبادیاتی نظام کے خلاف مزاحمت محض سیاسی میدان تک محدود نہ تھی بلکہ ادبی دنیا، خصوصاً اردو شاعری نے بھی اس دباؤ کے خلاف اپنی مخصوص زبان اور علامتوں میں آواز بلند کی۔ انگریزی تسلط کے ابتدائی ایام میں، میر زا غالب، حالی، اور اکبر الہ آبادی جیسے شعرا نے اپنے مخصوص اسلوب میں اس مزاحمتی شعور کو ظاہر کیا۔

میر زا غالب کی شاعری اگرچہ براہِ راست مزاحمتی نہ تھی، تاہم ان کی فکر میں غلامی کے خلاف گہری بے چینی پائی جاتی ہے۔ ان کی شاعری میں انسانی عزت، فکری آزادی اور معاشرتی زوال کا گہرا نوحہ ملتا ہے۔ غالب کی زبان میں استعاراتی مزاحمت تھی، جو استبدادی حالات میں ایک محفوظ اظہار تھا۔ ان کے خطوط بھی نو آبادیاتی نظام کے بوجھ اور اہلِ ہند کے سیاسی زوال کی عکاسی کرتے ہیں۔

الطاف حسین حالی نے اپنی "مسدس مدوجزرِ اسلام" میں نہ صرف مسلمانوں کے زوال پر افسوس کا اظہار کیا بلکہ ایک قسم کی فکری مزاحمت بھی کی، جو برطانوی غلبے کے رد عمل کے طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ حالی کا اسلوب اصلاحی اور دعوتی تھا، جس میں انہوں نے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ ان کے نزدیک زوال کے اسباب میں تعلیم سے دوری، اخلاقی گراوٹ، اور اتحاد کا فقدان تھا۔ گویہ شاعری براہ راست سیاسی نہ تھی، مگر یہ نو آبادیاتی دور کی فکری مزاحمت کا اہم حصہ تھی۔

اکبر الہ آبادی اردو کے وہ شاعر ہیں جنہوں نے براہ راست طنز و مزاح کے ذریعہ نو آبادیاتی نظام پر تنقید کی۔ ان کی شاعری میں انگریز افسران، مغرب زدہ ہندوستانی، اور تعلیمی پالیسیوں پر سخت رد عمل موجود ہے۔ "ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام" جیسے اشعار اس طبقاتی اور سیاسی دباؤ کی عکاسی کرتے ہیں جو نو آبادیاتی نظام نے پیدا کیا۔ اکبر نے اپنے کلام میں نرمی کے ساتھ مگر گہری چوٹ کی، اور استعماریت کے خلاف فکری مزاحمت کو مقبول کیا۔

اس دور کی مزاحمتی شاعری اگرچہ براہِ راست سیاسی نعرے بازی نہ تھی، لیکن اس نے ذہنی آزادی، فکری سوالات اور اصلاحی تنقید کے ذریعے ایک ادبی مزاحمتی فضا پیدا کی۔ غالب، حالی، اور اکبر کے کلام نے آئندہ نسلوں کے شعرا کو مزاحمت کی جمالیاتی بنیاد فراہم کی۔

فیض احمد فیض اور انقلابی مزاحمت .

ظلم، اسیری، اور آزادی کی علامتی ترجمانی

فیض احمد فیض بیسویں صدی کے اردو شاعری کے وہ بلند پایہ شاعر ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کو ظلم، جبر، آمریت، اور سامراجی تسلط کے خلاف انقلابی مزاحمت کا ذریعہ بنایا۔ ان کی شاعری میں احتجاج کی وہ زبان ہے جو قاری کو جذباتی بھی کرتی ہے اور شعور بھی بخشتی ہے۔

فیض کی مزاحمتی شاعری کا مرکز "ظلم کے خلاف بغاوت" اور "انسانی آزادی" کا خواب ہے۔ ان کے اشعار میں جیل کی کوٹھری، زنجیر، اندھیرے، اور دیوار جیسی علامات استعمال ہوتی ہیں، جو جبر کے استعارے ہیں۔ "نصابِ دہر میں ہے بندگی کا درس" جیسی سطور اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ فیض نے ایک ایسے نظام کو چیلنج کیا جو انسان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑتا ہے۔

فیض نے 1951ء میں راولپنڈی سازش کیس کے بعد جبری قید کا سامنا کیا، تو ان کی شاعری میں ایک نئی قوت اور گہرائی پیدا ہوئی۔ "زنداں نامہ" ان کی اسی قید کے دوران لکھی گئی نظموں کا مجموعہ ہے، جس میں وہ نہ صرف قید کی صعوبتوں کو بیان کرتے ہیں بلکہ امید اور انقلابی عزم کو بھی زندہ رکھتے ہیں۔ ان کی نظم "ہم دیکھیں گے" آمریت کے خلاف عوامی نعرہ بن چکی ہے، جو ہر جبر کے خلاف ایک امید کا چراغ ہے۔

فیض کی مزاحمت صرف سیاسی نہ تھی بلکہ وہ معاشی، طبقاتی، اور عالمی سطح پر بھی ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے تھے۔ ان کی شاعری میں فلسطین، ویتنام، افریقہ کے مظلوموں کے لیے بھی ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار ملتا ہے، جو ان کی عالمی فکری وسعت کو ظاہر کرتا ہے۔

فیض کے کلام کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے محبت اور انقلاب کو یکجا کیا۔ ان کے ہاں محبوب کی یاد اور انقلاب کا خواب ایک ہی سانس میں چلتے ہیں۔ "مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ" ایک ایسا شعر ہے جو ذاتی جذبات سے نکل کر اجتماعی دکھ میں ڈھل جاتا ہے۔

فیض کی شاعری میں استعمال ہونے والی علامتیں، جیسے صبحِ نو، چراغ، زنجیر، قفس، اور چمن، مزاحمت کی جمالیات کو تشکیل دیتی ہیں۔ ان کا اسلوب نرمی اور شیرینی سے لبریز ہونے کے باوجود پر اثر ہے، جو دل میں اترتا ہے اور ضمیر کو جگاتا ہے۔

فیض کی انقلابی شاعری نے اردو ادب کو ایک ایسی زبان دی جس میں مزاحمت ایک فن، ایک جذبہ، اور ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔ آج بھی فیض کی شاعری ظلم کے خلاف ہر تحریک کا ترجمان ہے اور آنے والے نسلوں کے لیے مزاحمت کا ادبی ورثہ ہے۔

حبیب جالب: عوامی مزاحمت کا ترجمان .

آمریت اور جمہوریت کے درمیان شاعری کی جدوجہد

حبیب جالب اردو شاعری کا وہ روشن چہرہ ہیں جنہوں نے اپنی پوری فنی زندگی آمریت، جبر، اور استحصالی نظام کے خلاف عوام کی آواز بن کر گزاری۔ وہ نہ صرف ایک انقلابی شاعر تھے بلکہ ایک متحرک سیاسی کارکن بھی تھے، جنہوں نے کلام کو احتجاج کا ہتھیار بنایا۔

حبیب جالب کی شاعری کسی پیچیدہ علامتی نظام کی محتاج نہیں، بلکہ وہ عوام کی بولی میں، سادہ مگر شدید لہجے میں، ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ ان کی نظموں میں "ایسے دستور کو، صبحِ بے نور کو، میں نہیں مانتا، میں نہیں جانتا" جیسا اشعار آمریت کے خلاف قومی مزاحمتی نعرے بن گئے۔ ان کا کلام آمریت سے نفرت، جمہوریت سے محبت، اور عوام کے حقوق سے وابستگی کا اظہار ہے۔

1958ء میں جنرل ایوب خان کی مارشل لا حکومت کے خلاف ان کی شاعری ایک انقلابی اعلان تھی۔ اسی طرح بھٹو حکومت کے دوران جب بنیادی انسانی حقوق معطل ہوئے، جالب نے بھرپور احتجاج کیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں جب ہر قسم کی سیاسی، سماجی، اور فکری آزادی سلب کی جا رہی تھی، جالب کی شاعری عوامی نفسیات کی ترجمان بن کر ابھری۔

جالب کی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا براہِ راست اور بے باک لہجہ ہے۔ وہ استعارات اور پیچیدہ فکری ڈھانچے کی بجائے واضح سیاسی پیغام دیتے ہیں۔ ان کی نظم "ظلمت کو ضیاء، صرصر کو صبا، بندے کو خدا کیا لکھنا" ایسی صراحت سے مزاحمت کی مثال ہے جس نے لاکھوں دلوں کو گرمایا۔

ان کی شاعری جمہوریت کے لیے امید کا پیغام تھی۔ وہ شاعری کو صرف جمالیاتی شے نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے ایک انقلابی فریضہ تصور کرتے تھے۔ ان کے نزدیک شاعر کا فرض محض حسن پرستی نہیں، بلکہ وہ زمانے کے جبر و استبداد کا نوحہ گر اور عوام کی ترجمانی کرنے والا کردار ہے۔

حبیب جالب کی مزاحمتی شاعری نے نہ صرف آمریت کے خلاف احتجاج کیا بلکہ عوام کے شعور کو بیدار کیا۔ ان کی زندگی اور شاعری آج بھی جمہوریت پسند تحریکوں کے لیے مشعلِ راہ ہے، جو مزاحمت، اصول پسندی، اور سچائی کی اعلیٰ مثال ہے۔

جدید دور میں مزاحمت کی نئی جہتیں .

احمد فراز، کشور ناہید اور دیگر جدید شعرا کا کردار

اردو شاعری میں مزاحمت کی روایت صرف ماضی تک محدود نہیں بلکہ موجودہ دور میں بھی یہ روایت نئے رنگوں، زاویوں، اور موضوعات کے ساتھ زندہ ہے۔ جدید شعرا نے جہاں کلاسیکی مزاحمتی اسلوب کو برقرار رکھا وہیں عصرِ حاضر کے نئے چیلنجز — جیسے صنفی امتیاز، مذہبی انتہا پسندی، سیاسی جبر، اور اظہارِ رائے پر قدغن — کے خلاف آواز بلند کی۔ احمد فراز اور کشور ناہید ان جدید شعرا کی صفِ اول میں شمار ہوتے ہیں۔

احمد فراز کی شاعری مزاحمت، محبت، اور احتجاج کا امتزاج ہے۔ ان کے اشعار میں آمریت، جلاوطنی، اور سیاسی استبداد کے خلاف آواز ملتی ہے۔ "سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں، یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں" جیسے اشعار محبوب کے تناظر میں ہیں، مگر درپردہ وہ اظہارِ رائے پر پابندی کے خلاف احتجاج ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ان کی جلاوطنی اور ان کی نظم "پسِ دیوارِ زنداں" ایک زندہ مثال ہے۔

کشور ناہید نے نسائی شعور اور صنفی مزاحمت کو اردو شاعری میں ایک منفرد آواز دی۔ ان کی نظم "ہم گناہگار عورتیں ہیں" نہ صرف صنفی استحصال کے خلاف احتجاج ہے بلکہ وہ ایک نئی مزاحمتی شعری لہر کا آغاز بھی ہے، جہاں عورت محض ایک موضوع نہیں بلکہ خود ایک متکلم بن کر اپنے حقوق کی دعوے دار ہے۔ کشور کی شاعری میں نظامِ مردسالاری، مذہبی جبر، اور معاشرتی دباؤ کے خلاف انقلابی بیانیہ موجود ہے۔

جدید دور میں دیگر شعرا جیسے افتخار عارف، فہمیدہ ریاض، اور عباس تابش بھی مزاحمت کی نئی جہتوں کے علمبردار ہیں۔ ان کے ہاں احتجاج صرف سیاسی نہیں بلکہ تہذیبی، فکری، اور لسانی سطح پر بھی موجود ہے۔

ان جدید شعرا کی مزاحمتی شاعری میں زبان کا جبر، شناخت کا بحران، اور فرد کی آزادی جیسے موضوعات شامل ہیں، جو ان کے عہد کی اہم ترین سماجی و فکری جہات کو ظاہر کرتے ہیں۔

یعنی اردو شاعری کی مزاحمتی روایت نے ہر عہد کے مطابق اپنا انداز، لہجہ اور زاویہ بدلا ہے، مگر اس کا جوہر — ظلم کے خلاف آواز، حق کی ترجمانی، اور مظلوم کی وکالت — آج بھی ویسا ہی زندہ اور متحرک ہے۔

ادبی مزاحمت اور سماجی بیداری .5

شاعری کے ذریعہ عوام میں شعور و تحریک پیدا کرنا

اردو ادب بالخصوص شاعری، محض جذبات کی ترجمانی یا جمالیاتی اظہار تک محدود نہیں رہی، بلکہ اس نے مختلف ادوار میں عوامی شعور کی بیداری، مزاحمتی فکر کی ترویج، اور سماجی تبدیلی کے لیے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر اپنا کردار ادا کیا۔ ادبی مزاحمت ایک ایسا نظریاتی اور فکری ردعمل ہے جو سماج میں موجود جبر، استحصال، ظلم، طبقاتی ناانصافی، آمریت، اور اظہارِ رائے کی قدغن کے خلاف اٹھتا ہے۔ شاعری اس ردعمل کو سب سے خوبصورت، پُراثر اور بیدار کن انداز میں پیش کرتی ہے۔

تاریخی تناظر

برصغیر میں نوآبادیاتی دور میں شاعری نے استعماری طاقتوں کے خلاف نہایت بامعنی مزاحمت پیش کی۔ حالی، اکبر، اور اقبال نے قوم کی فکری اصلاح اور شعوری بیداری کے لیے شاعری کو آلہ بنایا۔ اقبال کی شاعری نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا اور خودی، غیرت، اور عمل کا پیغام دیا۔

فیض، جالب، اور فراز کی مزاحمتی شاعری

فیض احمد فیض کی شاعری نے ظلم اور جبر کے اندھیروں میں امید کی شمع روشن کی۔ ان کی نظمیں عوامی تحریکوں کی روح رواں بنیں۔ "بول کہ لب آزاد ہیں تیرے" ایک ایسی نظم ہے جو قید، جبر، اور سنسر شپ کے خلاف آواز بلند کرتی ہے، اور آج بھی عوامی جلسوں میں پڑھی جاتی ہے۔ فیض کی شاعری نے عوام کو بتایا کہ "سچ بولنا جرم نہیں، فرض ہے۔

حبیب جالب نے آمریت کے خلاف ایسی سادہ مگر دل میں اتر جانے والی شاعری کی، جو گلی کوچوں سے لے کر ایوانوں تک گونجی۔ ان کی شاعری نے تعلیم یافتہ طبقے ہی نہیں بلکہ عام لوگوں کو بھی مزاحمت کا شعور بخشا۔ ان کا کلام ریاستی بیانیے کے خلاف عوامی شعور کا علمبردار بنا۔

احمد فراز نے جلاوطنی، فکری پابندیوں، اور سیاسی جبر کو اپنی شاعری میں نہایت جمالیاتی انداز میں پیش کیا۔ ان کے اشعار نہ صرف ادب کے ذائقے رکھتے ہیں بلکہ سامراج اور ظلم کے خلاف چیلنج بھی ہیں۔

جدید دور میں شعری مزاحمت

کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، افتخار عارف، اور دیگر معاصر شعرا نے موجودہ دور میں انسانی حقوق، خواتین کی آزادی، اظہارِ رائے، مذہبی ہم آہنگی، اور طبقاتی انصاف کے موضوعات پر شاعری کی اور عوام میں شعور کو بیدار کیا۔ ان کی شاعری نے نوجوان نسل کو سوال کرنے، سوچنے، اور حق کے لیے کھڑا ہونے کی ترغیب دی۔

ادبی مزاحمت کا اثر

ادبی مزاحمت کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ جذباتی سطح پر قارئین یا سامعین سے رابطہ قائم کرتی ہے۔ ایک شعر وہ کام کرتا ہے جو شاید طویل تقاریر بھی نہ کر سکیں۔ شعری انداز میں کہی گئی باتیں ذہنوں میں بیٹھ جاتی ہیں، نعرے بن جاتی ہیں، اور تحریک کا حصہ بن جاتی ہیں۔

مثلاً

لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے"
"وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے

یہ اشعار صرف نظم نہیں، بلکہ ایک اجتماعی خواب کا اعلان ہیں۔

شاعری کا دائرہ کار

اردو شاعری کا مزاحمتی دائرہ کار آج صرف سیاسی یا قومی آزادی تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ ماحولیاتی تبدیلی، تعلیمی پسماندگی، صنفی مساوات، اقلیتی حقوق، مذہبی انتہاپسندی، اور ثقافتی تحفظ جیسے موضوعات پر بھی بیداری پیدا کر رہا ہے۔

نتیجہ

ادبی مزاحمت محض مخالفت کا اظہار نہیں بلکہ اس میں سماج کو بہتر بنانے کا ایک خواب بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ شاعری جب مزاحمتی رنگ اختیار کرتی ہے تو وہ صرف ایک فن نہیں رہتی بلکہ ایک تحریک، ایک پیغام، اور ایک انقلاب بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری نے ہر دور میں عوام میں شعور بیدار کرنے اور ظلم کے خلاف مزاحمت کی روایت کو زندہ رکھا۔

خلاصہ

اردو شاعری میں مزاحمت کی روایت ایک گہرا اور مربوط ادبی تسلسل رکھتی ہے، جس کا آغاز استعماری دور سے ہوتا ہے اور آج کے دور میں بھی اپنی معنویت برقرار رکھے ہوئے ہے۔ شعرا نے ظلم، جبر، آمریت، اور ناانصافی کے خلاف نہ صرف احتجاج کیا بلکہ اپنے کلام کے ذریعہ عوامی شعور کو بیدار کیا۔ فیض احمد فیض کی رومانوی انقلابی شاعری ہو یا حبیب جالب کی براہ راست عوامی مزاحمت، دونوں نے اردو ادب کو ایک نئی جہت دی۔ اس روایت نے نہ صرف ادب کو مزاحمتی زبان عطا کی بلکہ مظلوم طبقے کی آواز بھی بنی۔ جدید دور میں بھی اردو شاعری اپنے مزاحمتی کردار کو نبھا رہی ہے، جو اسے زندہ اور توانا رکھتی ہے۔

حوالہ جات

- فیض احمد فیض، "نقش فریادی"، لاہور: مکتبہ جدید، 1941
- حبیب جالب، "سرِ مقتل"، کراچی: سنگ میل پبلیکیشنز، 1969
- احمد فراز، "تنہا تنہا"، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1980
- کشور ناہید، "ہم گناہگار عورتیں"، لاہور: کلاسک، 1974
- شبنم شکیل، "کربِ تنہائی"، لاہور: فکشن ہاؤس، 1992
- ڈاکٹر وزیر آغا، "اردو شاعری کا مزاحمتی سفر"، اردو ڈائجسٹ، 2005
- ڈاکٹر گوہر نوشاہی، "اردو میں انقلابی شاعری"، ادارہ معارفِ ادب، 2010
- ڈاکٹر انور سدید، "اردو ادب کی مختصر تاریخ"، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1995
- ڈاکٹر سلیم اختر، "نقد ادب اور مزاحمت"، لاہور: سنگ میل، 2000
- علی سردار جعفری، "میرے خواب و خیال"، دہلی: مجلس ترقی ادب، 1962
- ڈاکٹر جمیل جالبی، "تاریخ ادب اردو"، کراچی: اردو لغت بورڈ، 1987
- احمد ندیم قاسمی، "داستان گو"، لاہور: بک ہوم، 1984
- ڈاکٹر خورشید رضوی، "اردو شاعری کا مزاحمتی ورثہ"، لاہور: الحمرا، 2012
- ڈاکٹر فہمیدہ ریاض، "بازیافت"، کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1998
- منیر نیازی، "تیز ہوا اور تنہا پھول"، لاہور: سنگ میل، 1970
- ڈاکٹر فاطمہ حسن، "عورت اور مزاحمت"، کراچی: کلاسک، 2005
- محمود شام، "لفظوں کے محاصرے میں"، لاہور: فکشن ہاؤس، 1990
- ڈاکٹر اسلم فرخی، "ادب اور تحریکِ آزادی"، کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1982
- ڈاکٹر ارشاد نیازی، "جدید اردو شاعری میں مزاحمت"، لاہور: سنگ میل، 2015
- ڈاکٹر اشفاق بخاری، "ادبیات اور سیاسی شعور"، کراچی: مقتدرہ قومی زبان، 2010